عرفان صدیقی

ہم جہاد کی مخالف حکومت سے جہاد کریں گے

بے نظیر نے ہماری اقتصادی، سیاسی اور نظریاتی آزادی امریکہ کے پاس گروی رکھ دی ہے

مساجد اور امام بارگاہوں کے دشمن ہمارے دشمن ہیں

ملی یکجہتی کونسل کے نومنتخب سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق سے ہفت روزہ تکبیر کا سب سے پہلا انٹرویو

۲۲ / مارچ کو اسلام آباد میں پاکستان کی دینی جماعتوں کے سربراہوں کی ایک روزہ کانفرنس، ملت کا درد رکھنے والے کئی دلوں کو عجب لذت سے سرشار کر گئی۔ دینی جماعتوں کو انتشار و افتراق اور تفرقہ بازی کا طعنہ دے کر مغرب کی روشن خیالی کی راہ ہموار کرنے والوں نے آخری لمحوں تک اس کانفرنس کو سبوتاژ کرنے کی کوشش جاری رکھیں، لیکن علماء کا پہلا غیر سیاسی اجتماع تھا جس میں خالص نظریاتی اور ملی حوالے سے اپنی منزل اور راستوں کا تعین کیا گیا۔ مولانا سمیع الحق گیارہ رکنی سپریم کونسل، جسے ملی یکجہتی کونسل کا نام دیا گیا، کے سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ مولانا کا یہ انٹرویو دینی جماعتوں کی اس تاریخ ساز کانفرنس کے پس منظر اور پیش منظر کا بھرپور احاطہ کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ایک بار پھر مسلمان کو مسلمان کرنے کا فریضہ "طوفانِ مغرب" ہی نے ادا کیا ہے۔ (ادارۂ تکبیر)

س۔ مولانا! سب سے پہلے تو میں دینی جماعتوں کی قومی کانفرنس کی میزبانی کرنے اور ملی یکجہتی کونسل کا سیکرٹری جنرل منتخب ہونے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

ج۔ آپ کا بہت بہت شکریہ، حقیقت یہ ہے کہ میں بھی اسے کسی معجزے سے کم نہیں سمجھتا۔ مختلف الخیال بلکہ متحارب جماعتوں کا اس ناچیز کی دعوت پر لبیک کہنا یقیناً ان کے اخلاصِ نیت کا ثبوت ہے اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ تمام دینی جماعتوں کو حالات کی نزاکت کا پورا پورا احساس ہے اور وہ وقت کی نزاکتوں کے مطابق اپنے کردار کا تعین کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

س۔ آپ کا اشارہ کون سے حالات اور کس نزاکت کی طرف ہے۔

ج۔ گزشتہ چند ماہ کے اندر حالات جس تیزی کے ساتھ بدلے ہیں اور اسلام دشمن قوتوں نے جس طرح متحد ہو کر عالم اسلام کے خلاف یلغار کی ہے وہ یقیناً ہم سب کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ ہم محسوس کر رہے ہیں کہ خصوصی طور پر مغرب نے پاکستان کو اپنا ہدف بنا لیا ہے، ایک منظم سازش کے تحت دینی اور مذہبی تشخص سے وابستہ تمام علامتوں مثلاً دینی مدرسوں مساجد، امام بارگاہوں اور خانقاہوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے کیونکہ یہی علامتیں اسلامی نظریے کی محافظ ہیں اور اس رکاوٹ کو دور کئے بغیر مغربی الحاد کا لشکر پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ اسلامی نظریے پر مضبوطی سے قائم پاکستان اپنے گرد و پیش کے اسلامی ممالک مثلاً افغانستان، ایران، ترکی اور وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں کے اشتراک سے ایک ناقابل تسخیر اسلامی سپر پاور بن سکتا ہے، اگر یہ مضبوط بلاک یک جان اور ہم قدم ہو کر اپنے مقاصد متعین کر کے چل پڑے تو احیائے اسلام کی زبردست عالمی تحریک کی بنیاد بن سکتا ہے۔ جہاد افغانستان اسلامی دنیا کے لیے نشاۃ ثانیہ کا پیغام لے کر آیا ہے اور ملت کے اندر بیداری کی زبردست لہر پیدا ہوئی ہے۔ مغرب ایک طرف تو افغانستان میں انتشار کو ہوا دینے اور مجاہدین کو باہم لڑانے میں مصروف ہے اور دوسری طرف جہاد کے عظیم اثرات کا راستہ روکنے کی فکر میں ہے۔ سوشلزم اور کمیونزم کے خاتمے کے بعد عالمی سماج ایک خلا محسوس کرنے لگا ہے انسانوں کا بنایا ہوا یہ نظام ایک صدی کے اندر اندر ڈھیر ہو گیا اور مغرب کا مادہ پرست نظام بھی لب گور آن پہنچا ہے۔ یہ خلا ایک موثر اور متحرک نظام کا تقاضا کرتا ہے۔ اہل مغرب اسلامی نظام کی جاذبیت اور سحر انگیزی کا بھرپور ادراک رکھتے ہیں۔ وہ دیکھ چکے ہیں کہ چودہ سو سال پہلے جب اس نظام نے کروٹ لی تو کس طرح دیکھتے دیکھتے یورپ کے دروازے تک آن پہنچا، وہ خوفزدہ ہیں کہ جہاد کا ابھرتا ہوا جذبہ فوری طور پر نہ کچلا گیا تو بہت جلد اسلام کا آفاقی نظام اس خلا کو پر کر لے گا اور یورپ دھڑام سے گر جائے گا۔ اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد مغرب نے ہمارے خلاف ایک کھلی جنگ شروع کر دی ہے۔ اس سے پہلے انہیں کبھی اتنی ننگی یلغار کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا، جب انگریز یہاں کا حکمران تھا تو بھی وہ کھل کر مذہب اور دین کے خلاف کوئی حرکت نہ کر سکا۔ وہ افراد پر ضرور ظلم ڈھاتا رہا، کسی کو پکڑ لیا، کسی کو جیل میں ڈال دیا، کسی کو پھانسی پر چڑھا دیا، لیکن دینی شعائر کے خلاف اسے کھلی جنگ کا حوصلہ کبھی نہیں ہوا، لیکن اب مغرب بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ اسلام دشمنی کا اظہار کرنے لگا ہے۔ امریکہ کے صدر کلنٹن نے اپنی پہلی تقریر میں ہی اسلام اور عالم اسلام کو ایک مسئلہ قرار دیا، نیٹو نے سرکاری طور پر اسلام کو اپنا اگلا ہدف قرار دے دیا ہے۔ آج مغرب مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کرنے والی ہر حرکت کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتا اور اسلامی قدروں کا تمسخر اڑانے والوں کی سرپرستی کرتا ہے، سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین اس کے ہیرو ہیں۔ گالی دینے والے کو مغربی معاشرہ کتے سے بھی ذلیل خیال کرتا ہے، لیکن اسلام کی محترم علامتوں کو گالی بکنے والوں کو وہ محبوب جانتا اور انہیں تمغے عطا کرتا ہے۔ توہین رسالت کے دو ملزموں کی مغرب نے جس طرح پذیرائی

کی اور آج مغربی ذرائع ابلاغ سے جس طرح ان کے انٹرویوز نشر ہو رہے ہیں ، وہ پوری امت مسلمہ کے جذبات سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ انسانی حقوق کے نام پر انہیں پناہ دینے والے اہل مغرب کو سوا ارب مسلمانوں کے حقوق کا کوئی پاس و لحاظ نہیں۔ ان کے نزدیک بنیادی حق صرف گوری چمڑی یا غیر مسلم کے لیے ہے کلمہ گو مسلمان تو ان کے خیال میں جانوروں سے بھی حقیر مخلوق ہے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس کھلے اعلان جنگ کے بعد پاکستان کی دینی قیادتوں پر لازم آ گیا تھا کہ وہ عمومی مسائل سے دامن چھڑا کر وقت کے اس بڑے چیلنج کا سامنا کریں۔

س۔ لیکن مولانا! مغرب کی اسلام دشمنی کے یہ مظاہر تو جہاد افغانستان کے فوراً بعد سے سامنے آ رہے ہیں، حالیہ دنوں میں ایسی کیا بات ہوئی جس نے دینی جماعتوں کو متحد ہونے پر مجبور کر دیا ؟

ج۔ مغرب کے اسلام دشمن اقدامات کی شدت مسلسل بڑھتی جا رہی ہے، لیکن کچھ عرصے سے ہمیں یوں محسوس ہونے لگا جیسے اسلامی ممالک کی قیادت بھی مغربی عزائم کی آلہ کار بن گئی ہے قاہرہ کانفرنس میں اسلامی ممالک کے حکمرانوں کو اسلامی اقدار کے منافی اقدامات میں شریک کیا گیا، کاسا بلانکا میں بھی ہمارے حکمرانوں نے گھٹنے ٹیک دیئے اور "اسلامی شدت پسندی" کے خلاف امریکی لشکر میں شامل ہونے کا باضابطہ اعلان کر دیا۔ امریکی مقاصد کی تکمیل کے لیے یہ اجتماعی اعلان دراصل اجتماعی خودکشی کی دستاویز ہے، خود پاکستانی حکومت نے قوم کی امنگوں اور پاکستان کے تشخص کو پس پشت ڈال کر پے در پے ایسے اقدامات شروع کر دیئے جن کا حوصلہ انگریز کو بھی نہیں ہوا تھا۔ ان بدبخت حکمرانوں نے ملی حمیت، قومی غیرت اور حب الوطنی کا سودا کر دیا ہے، وہ جبراً حکمران بن کر لوٹ کھسوٹ کو اپنا مطمع نظر بنا چکے ہیں۔ حکمرانوں کے ساتھ ساتھ عمومی طور پر ہمارے سیاستدانوں نے بھی امریکہ کی غلامی اور تابعداری کے اصول کو اپنا رکھا ہے اور وہ قومی امنگوں کی ترجمانی کا حق ادا نہیں کر پا رہے۔ بے نظیر تو کھل کر سامنے آ گئی ہے اور امریکہ کی خوشنودی کے لیے دینی قوتوں کو للکار رہی ہے، اسے اس ملک کے مذہب، اس ملک کی تہذیب و اقدار حتیٰ کہ اس ملک کے وجود سے بھی کوئی دلچسپی نہیں، جس طرح چور یا ڈاکو کسی گھر میں گھس آتے ہیں اور انہیں اس گھر کے بجائے صرف مال و اسباب سے غرض ہوتی ہے اسی طرح بے نظیر اور اس کے حواری پاکستان کو نوچ رہے ہیں، انہیں ملک کی سلامتی و بقاء سے کوئی دلچسپی نہیں۔ بے نظیر بھٹو امریکی پشت پناہی کی قیمت اسلامی تشخص کی تباہی و بربادی کی شکل میں ادا کر رہی ہے، اس نے اس ملک کی اقتصادی، تجارتی، سیاسی اور نظریاتی آزادی امریکہ کے پاس گروی رکھ کے پاکستان کو سامراج کی کالونی اور مغربی مفادات کی چھاؤنی بنا دیا ہے۔

س۔ وزیر اعظم صاحبہ تو صرف "بنیاد پرستی" اور "دہشت گردی" پر تنقید کرتی ہیں، انہوں نے اسلام کے بارے میں کبھی کوئی منفی ریمارکس نہیں دیئے ؟

ج۔ بنیاد پرستی، اسلامی شدت پسندی، اسلامی انتہاپسندی اور دہشت گردی سب مغرب کی ایجاد کردہ اصطلاحات

ہیں جن کا بنیادی مقصد اسلام کے متحرک اور زندہ تصور کو غلط معنی پہنانا ہے۔ بے نظیر بھٹو بھی اپنے آقاؤں کی اصطلاحات کا سہارا لے کر دراصل اسلام کی بنیادی قدروں اور علامتوں کو نشانہ بنانا چاہتی ہیں۔ وہ بنیاد پرستی اور دہشت گردی کا واویلا کر کے مذہبی طاقتوں کو بدنام کرنا چاہتی ہیں۔ جب بے نظیر نے محسوس کیا کہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں اسلام کا نام لینے والوں کو کچلنا شاید آسان نہ ہو تو اس نے کھل کر امریکہ کو مداخلت کی دعوت دے ڈالی کہ "آؤ مجھے ان مذہبی جنونیوں سے نجات دلاؤ"۔ یہ کمال درجے کی ڈھٹائی ہے میر جعفر اور میر صادق نے بھی چھپ کر اپنی قوم سے غداری کی تھی اور کھلے بندوں ملت سے بے وفائی کا حوصلہ نہیں کر سکے تھے، لیکن بے نظیر نے ڈٹ کر دشمن ملک کو مداخلت کی دعوت دے ڈالی ہے۔ ایسا کرنے سے قبل اس نے صدر مملکت، قومی اسمبلی، سینٹ، مسلح افواج یا اپنی پارٹی — کس کو اعتماد میں لیا ہے؟
اب تو بنیاد پرستی یا اسلامی شدت پسندی کی اصطلاحات بھی بہت پیچھے رہ گئی ہیں، اب تو محترمہ نے "اسلامی عسکریت پسندی" کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے امریکہ سے کہا ہے کہ آؤ مجھے اس سے نجات دلاؤ اور امریکہ نے بھی کہہ دیا ہے کہ "میں ابھی پہنچا"۔ شاید مغرب کی پڑھی ہوئی وزیر اعظم کو معلوم نہیں کہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی طرح "عسکریت پسندی" بھی اسلام کا بنیادی رکن ہے جس کے لیے "جہاد" کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ جہاد کو ہر مسلمان پر فرض قرار دیا گیا ہے اور ہر دور میں جہاد ہی ملت کی بقا کی ضمانت بنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کو اونٹ کے کوہان سے تشبیہ دی ہے۔ کوہان ہی اونٹ کی شوکت، بقائے حیات اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزیر اعظم نے اسلامی عسکریت پسندی پر تنقید کر کے اسلام کے ایک بنیادی رکن "جہاد" کی نفی کی ہے۔ میں اسے کھلی بغاوت خیال کرتا ہوں۔ وہ ڈاکوؤں، چوروں اور لیٹروں کے ظلم وستم کو دہشت گردی نہیں، جہاد اور اسلامی عسکریت پسندی کو دہشت گردی خیال کرتی ہیں۔ وہ یہ بھول گئی ہیں کہ اسی اسلامی عسکریت پسندی نے افغانستان میں روس کو شکست فاش دی، یہی اسلامی عسکریت پسندی کشمیر میں ہندو کی سفاکی کے خلاف لڑ رہی ہے، یہی اسلامی عسکریت پسندی بوسنیا میں ایک نئی تاریخ لکھ رہی ہے اور یہی اسلامی عسکریت پسندی چیچنیا میں روسی جارحیت کو ناکوں چنے چبوا رہی ہے اور یہی اسلامی عسکریت پسندی آج مغرب کے دل کا کانٹا بنی ہوئی ہے۔ مغرب سے کہیں زیادہ جب مغرب کے پٹھو حکمرانوں نے اسلام دشمنی کے نعرے لگانے شروع کر دیئے تو دینی قوتوں نے سوچا کہ فیصلہ کن گھڑی آن پہنچی ہے، اب بھی اگر وہ متحد نہ ہوتے تو ایک ہی صورت تھی کہ وہ گڑھا کھود کر خودکشی کر لیتے۔

س۔ مولانا! آپ کی گفتگو سے یوں لگتا ہے جیسے دینی جماعتوں کا نقطۂ اتحاد "مغربی یلغار" کا مقابلہ کرنا ہے، لیکن عمومی تاثر یہ ہے کہ کانفرنس کا بنیادی مقصد "فرقہ واریت" کا خاتمہ تھا؟

ج۔ فرقہ واریت، بذات خود کوئی مسئلہ نہیں، لیکن اسے ایک مسئلہ بنا کر پیش کیا جا رہا تھا۔ ہم نے اپنے ایجنڈے میں فرقہ واریت کو اس لیے اہمیت دی کہ ہم حکمرانوں کے مکروہ عزائم کے لیے کوئی وجہ جواز باقی نہ رہنے دیں۔ اسی مقصد کے لیے تمام فرقوں کو بھی اکٹھا کیا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ تمہاری آڑ میں تمہارا گھر لوٹا جا رہا ہے۔ دشمن "فرقہ واریت" کے نقاب

ہیں اپنے مذموم مقاصد کو آگے بڑھا رہا ہے اور ایک تیر سے دو شکار کر رہا ہے۔ اس سے عوام میں تمہارا تشخص بھی ختم ہو جائے گا اور تم خود بھی مٹ جاؤ گے۔ جب مساجد اور امام بارگاہوں کو مقفل بنا کر سارا الزام فرقہ پرستی کے سر تھوپ دیا جائے گا تو عوام خود تمہارے خلاف سڑکوں پر نکل آئیں گے۔ ایک مرتبہ ایسا ہو گیا تو مغرب کے راستے کے تمام "بریکر" ختم ہو جائیں گے گویا ہم مغرب کے عزائم کا مقابلہ کرنے کے لیے صف بندی کرنے سے قبل "فرقہ واریت" کا الزام دھوڈالنا چاہتے ہیں اور الحمدللہ اس میں ہمیں بڑی حد تک کامیابی ہوئی ہے۔

س۔ لیکن کیا "فرقہ واریت" کی کمل نفی خلاف حقیقت نہیں ؟

ج۔ "فرقہ واریت" کو جو معنی پہنا کر مطعون کیا جا رہا ہے وہ خلافِ حقیقت ہے۔ مختلف نظاموں یا فلسفہ ہائے حیات میں نقطہ نظر کا اختلاف فرقہ واریت کی ذیل میں نہیں آتا۔ ہمارے ہاں بھی یہ ایک نظری اور علمی بحث ہے۔ یہ علمی دائرے کے اندر تشریحات و توجیہات کے شائستہ اختلافِ فکر کا کام ہے، اسے خوفناک حدوں تک لے جانا کبھی علماء کا مقصود نہیں رہا۔ اس وقت بھی ہر مکتب فکر کے علماء اس پر متفق ہیں۔ صدر، وزیر اعظم، گورنرز، وزرائے اعلیٰ اور وزراء بیک زبان ہو کر جس فرقہ واریت

کا غلغلہ بلند کر رہے ہیں اس کا علماء یا دینی جماعتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی لیے ہم نے ہر نوع کی قتل و غارت گری سے لاتعلقی ظاہر کر دی ہے۔ فرقہ واریت سے برأت کا اظہار ایک جزوی مقصد ہے، دراصل ہم یکجہتی کی فضا قائم کر کے اپنے اصل ہدف کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں۔

س۔ وہ ہدف کیا ہے ؟

ج۔ اس ہدف کی طرف میں پہلے ہی بڑی وضاحت کے ساتھ اشارہ کر چکا ہوں۔ ہمارا ٹارگٹ وہ طوفان اور غلو ہے جو کچھ عرصے سے ہمارے دروازوں پر دستک دے رہا ہے، بلکہ دروازے توڑ کر ہمارے گھروں کے اندر داخل ہو چکا ہے۔ جس ملک کے ملزموں کو پکڑنے کے لیے سات سمندر پار سے سفید فام آقا بلائے جائیں اور وہ یہاں دندناتے پھریں، اس ملک کے علماء کیسے خاموش رہ سکتے ہیں جن عرب مجاہدین نے پاکستان کی حفاظت کے لیے افغان مجاہدین کے شانہ بہ شانہ سوویت یونین سے ٹکر لی انہیں آج پکڑ پکڑ کر سفاک امریکیوں کے حوالے کیا جا رہا ہے کہ جاؤ انہیں صلیب پر لٹکا دو، ان مجاہدین کی قربانیاں نہ ہوتیں تو آج یہاں بھی روسی کمیونسٹ دندنا رہے ہوتے اور بے نظیر راج نہ کر رہی ہوتیں، انہوں نے امریکہ کا کیا بگاڑا ہے ؟ انہوں نے تو امریکہ کے دشمن کو تباہ کیا ہے، لیکن امریکی منافق، بے درد، بے رحم اور بے وفا قوم ہے جب ان کے مفادات پورے ہو جاتے ہیں تو یہ طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ انہوں نے کبھی اپنے محسنوں سے وفا نہیں کی۔ بے نظیر بھٹو بھی یہ جان لیں کہ جب امریکہ ان کے ذریعے اپنے مفادات حاصل کر لے گا تو انہیں ردی کاغذ کی طرح پھینک دے گا۔ جہاد افغانستان کی تکمیل کے بعد امریکہ نے جو کردار ادا کیا وہ پوری قوم

حکومت سے جہاد

کے سامنے ہے۔ معاہدۂ جنیوا دراصل افغان جہاد کے لیے موت کا پروانہ تھا، آج امریکہ "اسلامی عسکریت پسندی" کو دشمن قرار دے کر ہمیں اپنی آہنی گرفت میں لینا چاہتا ہے اور ہماری حکومت خود اسے دعوت دے رہی ہے۔ ہمارا اصل ہدف یہی ہے کہ ہم اسلام کے لیے خطرہ بن جانے والے عناصر کا راستہ روکیں، یہ شیعہ سنی یا وہابی، بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث سے کہیں بڑا مسئلہ ہے۔

س۔ آپ نے جو "ملی یکجہتی کونسل" قائم کی ہے، اس کی ترجیحات کیا ہوں گی؟

ج۔ دینی جماعتوں کا یہ اعلیٰ سطحی اور نمائندہ فورم آنے والے دنوں میں انتہائی اہم کردار ادا کرے گا۔ ہماری اولین ترجیح یہی ہے کہ مختلف جماعتوں کے مابین اتحاد و یکجہتی کی فضا کو فروغ دیا جائے اور اپنی توانائیاں باہمی مسائل و اختلاف پر ضائع کرنے کی بجائے ملک کے اسلامی تشخص اور دین کی حفاظت کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔ پوری قوم کو یہ جان کر اطمینان ہونا چاہیے کہ اسلامی قیادت اس مقصد کے لیے متحد ہو چکی ہے۔ ہم نے نام نہاد فرقہ واریت کے غبارے سے ہوا نکال دی ہے۔ ہم نے کہہ دیا ہے کہ مسجدوں اور امام بارگاہوں کے دشمن ہمارے دشمن ہیں۔ علامہ ساجد نقوی نے بڑی دلسوزی سے کہا کہ اگر ہماری طرف سے ایک بھی تخریب کاری ثابت ہو جائے تو میں تحریک جعفریہ توڑ کر گھر بیٹھ جاؤں گا۔ اسی طرح سپاہ صحابہ کے اکابرین نے بھی بڑی دردمندی سے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ سب نے اس یقین کا اظہار کیا کہ علمی مباحث، کلاشنکوف اور تلوار کی لڑائی نہیں، ہم نے علمائے دین کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والوں کو بتا دیا کہ ہم ملک و ملت کے لیے ایک چھت کے نیچے بیٹھ سکتے ہیں۔ یہ امریکہ اور دیگر باطل قوتوں کے خلاف ہمارا اعلان جنگ ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ جو آگ بھڑکانے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ شیعہ اور سنی میں تمیز نہیں کرے گی، ہم نے حکومت کو بھی یہی پیغام دے دیا ہے کہ امریکہ کی خوشنودی کو اسلام دشمنی کی حدوں تک نہ لے جاؤ۔ آپے سے باہر نہ ہو۔ ہم نے ہر قسم کی دہشت گردی سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا ہے، مسجد یا امام بارگاہوں پر گولیاں برسانے والا نہ سنی ہے نہ شیعہ، حکومت انہیں گرفت میں لے اور سامنے لائے ورنہ ہم یہی سمجھیں گے کہ حکومت خود ملوث ہے۔ جب ایک ہی نمبر والی پیلی ٹیکسی سے مسجد پر بھی فائرنگ ہوتی ہے اور امام بارگاہ پر بھی تو حکومت اس کا الزام کس کو دے سکتی ہے، ہلاک ہونے والے امریکی سفارتکار شیعہ تھے یا سنی؟ ہم اب اس معاملے کو الجھا کر حکومت کو اپنا الو سیدھا نہیں کرنے دیں گے۔

س۔ گیارہ رکنی ملی یکجہتی کونسل نے پہلے اجلاس میں کوئی اہم فیصلے کئے ہیں؟

ج۔ جی ہاں۔ خاصی اہم پیش رفت ہوئی ہے۔ اس اجلاس میں خاص طور پر یہ بات سامنے آئی کہ سپاہ محمد اور سپاہ صحابہ یا دوسرے فریقوں کے درمیان مختلف الزامات کے مقدمے چل رہے ہیں۔ چنانچہ جماعت اسلامی کے رہنما جناب لیاقت بلوچ کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کر دی گئی ہے جو ان تمام مقدمات کا جائزہ لے کر باہمی رضامندی

سے اگلے لائحہ عمل کا فیصلہ کرے گی۔ اسی طرح پروفیسر ساجد میر صاحب کی قیادت میں ایک اور کمیٹی قائم کر دی گئی ہے جو نیازی کمیشن کی رپورٹ، اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ، سینیٹ کی مذہبی امور کی اسٹینڈنگ کمیٹی کی رپورٹ، میرے خطبۂ استقبالیہ میں پیش کئے گئے دس نکات اور علماء کے معروف ۲۲ نکات کو سامنے رکھ کے ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے ایک متفقہ لائحہ عمل طے کرے گی۔ ۱۹/اپریل کو ہمارا ایک اور اہم اجلاس کراچی میں ہو رہا ہے جس میں بعض دیگر امور کے لیے کچھ اور سب کمیٹیاں قائم کی جائیں گی۔ آئندہ کا ہر پلان ملی یکجہتی کونسل ہی طے کرے گی اور اسے علماء کی مشترکہ آواز کا درجہ حاصل ہوگا۔

س۔ اگر حکومت سنجیدگی سے اسلامی عسکریت پسندی کے خلاف اقدام کرتی ہے تو دینی جماعتوں کا ردعمل کیا ہوگا۔

ج۔ میں نے پہلے بتا دیا ہے کہ بے نظیر جسے اسلامی عسکریت پسندی کہتی ہے، ہم اسے جہاد کا نام دیتے ہیں۔ اگر حکومت اسلام کے اس اساسی رکن کے خلاف اقدام کرتی ہے تو یہ واقعی بڑی بدنصیبی کی بات ہوگی۔ آپ کو معلوم ہے کہ انگریز نے مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹے نبی کے طور پر اسی لیے کھڑا کیا کہ اس نے جہاد کی نفی کی تھی آج بھی جو حکمران جہاد کی نفی کرے گا وہ ہمارا نہیں، ہنود و یہود اور نصاریٰ کا نمائندہ ہوگا۔ ہم اس کے خلاف پوری سرگرمی سے جد و جہد کریں گے۔ میں ملی یکجہتی کونسل کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہم جہاد کی مخالفت کرنے والی حکومت سے "جہاد" کرنے سے بھی نہیں ہچکچائیں گے۔

س۔ مولانا! کیا دینی جماعتوں نے مستقبل کی کسی سیاسی حکمت عملی پر بھی غور کیا!

ج۔ یہ معاملہ قبل از وقت ہے۔ ہم سیاسی پیچیدگیوں میں پڑ کر اپنے اتحاد کی بنیاد کو کمزور نہیں کرنا چاہتے، ہم نے سارے فیصلے اصولی بنیادوں پر کئے ہیں۔ جو بھی مغرب کو اسلام پر ضرب لگانے کے لیے دعوت دے گا، وہ ہمارا دشمن ہوگا چاہے اس کا تعلق کسی بھی سیاسی دھڑے سے ہو۔ ہمارے اجلاس میں قاضی عبداللطیف اور بعض بزرگوں نے یہ معاملہ اٹھایا تھا کہ ہم نے "چھوٹی اور بڑی برائی" میں تمیز ختم کرنے کی جو حکمت عملی اپنائی اس کے اچھے نتائج برآمد نہیں ہوئے اس لیے ہمیں پھر سے اسی اصول کی طرف لوٹ جانا چاہیئے۔ بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ اپنا وزن کسی پلڑے میں ڈالنے سے قبل دینی جماعتوں کو اپنا وزن بنانا ہوگا اور اس کی بہترین صورت اتحاد و یک جہتی کو قائم رکھنا ہے۔